مرتبہ: پروفیسر محمد ایوب قادری

مکتوبات

مولانا محمد میاںؒ

بنام

پروفیسر محمد ایوبؔ قادری

مولانا محمد میاں، ایک نامور عالم، تحریکِ آزادی کے مشہور رہنما، محقق مصنّف و مورّخ، دیوبند کے قدیم ساکن اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ کچھ مدت درس و تدریس سے تعلق رہا پھر تصنیف و تالیف کے میدان کو سنبھالا۔ ان کی کتابیں علمائے ہند کا شاندار ماضی، علمائے حق، عہدِ زریں (ازالۃ الخفا کا ترجمہ و تلخیص) علمی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ایک زمانے تک جمعیۃ العلماء ہند کے دفتر اور نظم و نسق سے وابستہ رہے۔

جب ۱۹۵۷ء میں جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کو پورے سو سال ہوئے تو اس تحریک کا جشنِ صد سالہ منایا گیا۔ مصنفین و مورخین نے ۱۸۵۷ء کے موضوع پر مختلف کتابیں اور رسالے لکھے۔ اسی تعلق سے ۱۹۵۶ء سے مولانا محمد میاں سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔ آغازِ خط و کتابت خود مولانا مرحوم نے فرمایا اور یہ سلسلہ کم و بیش بارہ سال رہا۔ پہلا خط ۲۸ جولائی ۱۹۵۶ء کا اور آخری خط ۳ اکتوبر ۱۹۶۸ء کا ہے۔ کل (۳۳) خط محفوظ رہ سکے دو چار خط اور بھی ہوں گے جو سرِدست ہم دست نہ ہو سکے۔

ان خطوط سے مولانا کے علمی شغف اور اعلیٰ اخلاق کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہم نے ان خطوط پر مختصر سے حواشی لکھ دئے ہیں اور ناظرینِ "الحق" کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

(محمد ایوبؔ قادری)

(۱) مکرم و محترم دام لطفکم — السلام علیکم و رحمۃ اللہ

مزاج عالی! جناب محترم قاری محمد بشیر الدینؒ[۱] صاحب شاہجہانپوری کے ذریعہ جناب سے غائبانہ تعارف کی مسرت حاصل ہوئی۔

---

[۱] قاری بشیر الدین پنڈت ایم اے بدایونی ثم شاہجہانپوری مشہور مصنف ہیں۔ تاریخ پیران کی ایک اعلیٰ تصنیف ہے۔

۱۹۵۷ء قریب ہے جب کہ سو سال پہلے کے شہدائے حریت کی یادگار منائی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ اس سعادت میں مسلمان کسی سے پیچھے نہیں ہے مگر، ۱۸۵۷ء کے ہولناک نتائج نے کچھ اس درجہ پس ماندگان کو مرعوب کر دیا تھا کہ اپنے بزرگوں کے کارنامے دہرانے یا شائع کرنے کی بجائے ان کو چھپانے یا بسا اوقات انکار کرنے پر مجبور ہوتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تدوین و ترتیب کے سلسلے میں آج ہمارا دامن تقریباً خالی ہے۔ البتہ منفرق طور پر یہ موتی بکھرے ہوئے ضرور ہیں اور کچھ خاندانی روایتوں کی حیثیت میں محفوظ ہیں۔

ہر صاحب ذوق سے اور اسی طرح قاری صاحب موصوف کی خدمت میں اپیل پیش کی گئی کہ اس سلسلے میں جو کچھ معلومات ہوں وہ قلم بند فرما کر عنایت فرما دیں تو ۵۷ء کے آغاز ہی میں یا اس سے بھی پہلے ان کو شائع کر دیا جائے۔

قاری صاحب موصوف سے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ بھی اس سلسلے سے دلچسپی لے رہے ہیں۔ لہٰذا یہ درخواست آپ کی خدمت میں بھی پیش ہے اور یقین ہے کہ آپ اس کو شرف قبولیت بخشیں گے۔ والسلام ۲۰ جولائی ۱۹۵۶ء

---

(۲) محترم قادری صاحب دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! اسی وقت جناب کے دو گراں قدر علمی ہدیوں سے سرفراز ہوا: تذکرہ مولانا فیض احمد صاحب بدایونی[۱] مطبوعہ اور مسودہ تذکرہ مولانا کفایت علی کافی شہید مراد آبادیؒ۔

اس خصوصی عنایت کا بہت بہت شکریہ! جزاکم اللہ۔ احقر عنقریب تبصرہ لکھ دے گا۔ مولانا کافی شہیدؒ کے تذکرہ کے متعلق بھی کوشش کرے گا کہ "آزادی نمبر" میں گنجائش نکل سکے۔ مگر چونکہ صرف ۲۰ صفحہ کا پرچہ ہو گا اتنی گنجائش شاید نہ نکل سکے گی تو انشاء اللہ سنڈے ایڈیشن میں بالاقساط شائع کیا جائے گا[۲]۔ کاش یہاں کسی طرح مطبوعہ کتابیں بھی پہنچ سکیں تو مضمون کے آخر میں اس کا بھی اعلان کر دیا جاتا۔

بہرحال اس ہدیہ گرامی کے شکریہ کے لئے یہ عریضہ ارسال ہے۔ والسلام

نیاز مند محمد میاں ۶ راگست ۵۶ء

---

(۳) محترم ومکرم دام لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

---

[۱] خاکسار محمد ایوب قادری نے ۱۹۵۵ء میں ایک مختصر سی کتاب اس عنوان سے لکھی اور شائع کی تھی یہ میری پہلی کتاب تھی۔

[۲] یہ مضمون "الجمعیۃ دہلی" کے سنڈے ایڈیشن میں شائع ہوا تھا۔

مزاج گرامی۔ گرامی نامہ مورخہ ۴ راگست سے مشرف ہوا۔ توجہ فرمائی کا شکریہ۔ جناب نے چند نام[1] لے کر اول شوق پیدا کر دیا۔ اب اس کو پورا فرمائیے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۵۷ء میں صد سالہ یادگار منائی جا رہی ہے۔ اس سے پیشتر ضرورت ہے کہ جتنے شہداء اور مجاہدین کے حالات مرتب ہو سکیں شائع کر دیئے جائیں۔ یہ اشاعت جمعیۃ علماء ہند، جمعیۃ علمائے صوبہ، یو پی کی طرف سے ہوگی۔

اور اس وقت یہ سلسلہ الجمعیۃ کے سنڈے ایڈیشن میں جاری ہے۔ یعنی جو حالات کوئی صاحب قلم بند کر کے بھیجتے ہیں وہ سنڈے ایڈیشن میں شائع کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو سنڈے ایڈیشن جناب کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کر دیا جایا کرے۔ جناب کا عطیہ بھی پہلے سنڈے ایڈیشن میں شائع ہوگا۔ پھر مستقل کتاب کا جزء بن کر۔ ان شاء اللہ

والسلام محمد میاں عفی عنہ ۱۶ راگست ۵۶ء

---

(۴) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی۔ گرامی نامہ مورخہ ۲ راگست میں شہدائے ۱۸۱۶ء، ۱۸۱۷ء[2] کے متعلق جو وعدہ کیا گیا تھا اس کے ایفاء کا انتظار ہے۔ امید ہے کہ سنڈے ایڈیشن روزنامہ الجمعیۃ ملاحظہ عالی سے مشرف ہو رہا ہوگا۔ والسلام

نیازمند محمد میاں ۲۵ ستمبر ۱۹۵۶ء

محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ رجسٹری لفافہ بھی پہنچ گیا۔ شکریہ قبول فرمائیے۔ حسب مراتب پرچہ احتیاط سے واپس کر دیا جائے گا۔ والسلام

نیازمند محمد میاں ۱۱ راکتوبر ۵۶ء

---

[1] خاکسار نے جنگِ آزادی مجاہدین کے بہت سے نام لکھ کر بھیج دئیے تھے کہ ان کے حالات بھیجے جا سکتے ہیں۔ [2] مفتی محمد عوض بدایونی ثم بریلوی نے ۱۸۱۶ء میں بریلی میں سب سے پہلے جہاد کیا تھا۔ پھر وہ ٹونک چلے گئے تھے۔ مفتی مرحوم نواب صدیق حسن خان قنوجی ثم بھوپالی کے حقیقی نانا تھے۔ راقم نے ان کے متعلق ایک تفصیلی مقالہ لکھا تھا جو العلم کراچی میں شائع ہوا تھا۔

(۶) محترم المقام دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مزاج گرامی۔ رسالہ العلم رجسٹری کے ذریعہ موصول ہوا اور سابق گرامی نامہ کے بعد آج دوسرا گرامی نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ اس نوازش وعنایت کا بے حد شکریہ۔ اور احقر کو بے حد ندامت ہے کہ ناگزیر حالات کی بنا پر تاخیر ہوگئی معاف فرمائیں۔

حضرت مولانا فیض احمد صاحب کے متعلق مضمون انشاء اللہ آیندہ سنڈے ایڈیشن میں شائع ہوسکے گا۔ اس مرتبہ موقع نہیں مل سکا۔ علالت مزاج سے تردد ہے خدا کرے اب طبیعت رو بصحت ہو۔

نوازش کا مکرر شکریہ اور اپنی کوتاہی کی معذرت۔ والسلام ۹ رفروری ۵۷ء ۸ ررجب ۷۶ھ

---

(۷) محترم ومکرم دام ظلکم العالی ۱۱ رمئی ۵۷ء ۔۔۔ ۱۱ رشوال ۷۶ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ مولانا مفتی عنایت[۵] احمد صاحب کاکوری کے متعلق مضمون گذشتہ سے پیوستہ سنڈے ایڈیشن میں شائع ہوچکا ہے۔ غالباً اس گرامی نامہ کے بعد وہ سنڈے ایڈیشن پہنچا ہوگا۔ احتیاطاً آج مکرر ارسال ہے۔

۱۰ رمئی کو یہاں صرف پیام وطن نے نمبر شائع کیا ہے۔ باقی اور رسالوں اور اخباروں نے غالباً کوئی نمبر نہیں شائع کیا۔ یہاں سرکاری طور پر ۱۵ ریا ۱۴ راگست کو ۵۷ء کی یادگار منائی جائے گی۔ اسی وقت الجمعیۃ بھی اپنا نمبر شائع کرے گا۔ اس کے لئے جناب کی خدمت میں درخواست پیش کرنے کا ارادہ تھا۔ جناب نے خود ہی توجہ فرمائی۔ اب یہ درخواست اس وقت پیش کررہا ہوں کہ کوئی تازہ مضمون عنایت فرمائیے۔ نوازش ہوگی۔ کوئی تازہ مضمون ناممکن ہو تو آخری صورت یہ ہے کہ جن شہدائے حریت کے متعلق آپ اب تک لکھ چکے ہیں ان کے مختصر مختصر حالات یکجا تحریر فرمادیجئے۔ تین چار کالموں کا یہ مضمون انشاء اللہ نیا ہی ہوگا۔

---

(۸) محترم المکرم دام ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مزاج گرامی۔ آج گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ احقر کو خود خیال تھا کہ اس مرتبہ مضمون پہنچنے کی اطلاع بھی نہیں دے سکا۔ اور مضمون شائع بھی نہیں کراسکا۔ جناب کو تردد ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ احقر کے لئے یہ زمانہ غیر معمولی مصروفیت کا گزر رہا ہے۔ مضمون اس وقت آیا کہ آزادی نمبر شائع

---

[۵] مفتی عنایت احمد صاحب مصنف علم الصیغہ و تواریخ حبیب اللہ وغیرہ

ہو چکا تھا۔ مضمون کے ساتھ ہی مکتوب بنام محمد میاں بھی ہے جو نجی حیثیت رکھتا ہے۔ لہذا بجنسہ اشاعت کے لئے نہیں دیا جا سکتا۔ کچھ اتفاق ایسا بھی ہوتا ہے کہ جمعرات کو جب احقر سنڈے ایڈیشن کے لئے مضمون دیا کرتا ہے۔ اکثر دہلی سے غیر حاضر رہا۔ بہر حال جناب کا مضمون محفوظ ہے۔ انشاء اللہ شائع ہو گا۔ جناب کی یہ شکایت بھی درست اور بجا ہے کہ ہر ایک مصنّف اپنے ممدوح کے احترام اور ستائش میں اس درجہ منہمک ہو جاتا ہے کہ اور بزرگوں کو نہ صرف نظر انداز کرتا ہے بلکہ ایسا انداز اختیار کرتا ہے کہ ان کی تنقیص ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اس کا خود احقر کو احساس ہے اس پر ناگواری کی کوئی وجہ نہیں۔

احقر اپنی دوسری مصروفیتوں کے سبب الجمعیۃ کے نظام عمل سے بھی قطعاً علیحدہ ہے: تاہم کوشش کروں گا کہ سنڈے ایڈیشن جناب کی خدمت میں حسب دستور جاری رہے۔ والسلام ۲۸ ر اکتوبر ۵۷ء - ۴ ر ربیع الثانی ۷۷ ھ

---

(۹) محترم و مکرم دام ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مزاج گرامی! حضرت مولانا محمد مظہر صاحب اور حضرت مولانا محمد منیر صاحب کے حالات[۱] جو گرامی نامہ میں درج تھے آج ان کو مرتب کر کے سنڈے ایڈیشن میں اشاعت کے لئے بھیج دیا ہے خدا کرے صحیح شائع ہوں۔ مزید کی تلاش ہے جو شاندار ماضی[۲] کے لئے باعثِ زینت و باعثِ فخر ہوں گے۔

شاندار جلد دوم اور جلد سوم احقر نے اپنے طور سے طبع کرائی ہیں بطور ہدیہ پیش ہیں۔ رسید سے مطلع فرمائیں۔ ان کے علاوہ اور جتنی مطبوعات ہیں ان پر احقر کا نام خواہ کسی عنوان سے اور خواہ کتنا ہی جلی ہو وہ احقر کی نہیں جماعتی ہیں۔ اور جماعتی نظام کے موجب ان کی روانگی یا پیش کش ہوتی ہے۔ والسلام ۱۲ ر نومبر ۵۷ء

---

(۱۰) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مزاج گرامی۔ گرامی نامہ کا جواب بہت ہی تاخیر سے پیش کر رہا ہوں۔ اس زمانہ کے حوادث بھی سخت رہے۔ بالخصوص حضرت شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز[۳] کے سانحہ ارتحال نے ارادوں اور تمناؤں کی دنیا ہی ویران کر دی۔ بہر حال فرمانِ قضا رہیں کسی کو دم مارنے کا موقع نہیں ہے۔ راضی برضا رہنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ مشکلات حل فرمائے۔

---

[۱] مولانا محمد مظہر نانوتوی و مولانا محمد منیر نانوتوی [۲] علمائے ہند کا شاندار ماضی مراد ہے [۳] مولانا حسین احمد مدنی

"تاخیر کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ ۲۵ ر نومبر کا پرچہ جس میں حضرات علمائے تھانہ بھونؒ کے متعلق جناب کا مضمون شائع ہوا تھا احقر کے پاس نہیں تھا اور دفتر الجمعیۃ میں جاکر تلاش کرنے کی فرصت نہیں مل سکی۔ بہرحال آج تلاش کرنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ جناب کے مضمون والا پرچہ مورخہ ۲۵ ر نومبر اور ایک اور سنڈے ایڈیشن ارسال خدمت ہے۔ دوسرے اس سنڈے ایڈیشن میں "۱۸۵۷ء کی یادیں" ایک آخری مضمون احقر کی طرف سے ملاحظہ فرماکر رائے عالی سے مطلع فرمائیں۔ والسلام۔ ۲۱ ر دسمبر ۵۷ء

---

(۱۱) محترم المکرم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مزاج گرامی ۔ گرامی نامہ کی تعمیل تو ہوچکی ہے۔ یعنی سنڈے ایڈیشن جاری کردیا گیا ہے۔ پہنچ رہا ہوگا۔ باقی امور کے متعلق تفصیلی جواب کی ابھی تک مہلت نہیں ملی۔

آج شیخ الاسلام نمبر کا ایک نسخہ بطور ہدیہ بذریعہ رجسٹری پیش خدمت ہے رسید سے مطلع فرماکر ممنون فرمائیں۔

والسلام ۴ ر مارچ ۵۸ء ۱۲ ر شعبان ۷۸ھ

---

(۱۲) محترم المکرم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مزاج گرامی! ۲۹ ر اپریل کے گرامی نامہ کے بعد کسی گرامی نامہ سے مشرف نہیں ہوا۔ اور اس عرصے میں احقر کو بھی عریضہ پیش کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ اس وقت یہ عریضہ خاص مقصد سے پیش کررہا ہوں۔

علمائے ہند بالخصوص ۱۸۵۷ء کے علمائے مجاہدین کے متعلق آپ کی معلومات بہت کافی اور مطالعہ ماشاء اللہ بہت وسیع ہے۔ ان حضرات کے حالات قلم بند فرمادیں تو اشاعت کا انتظام (بشرطِ حیات) یہ احقر کردے گا۔[۱]

جناب کے علم میں ہوگا کہ علمائے ہند بالخصوص الف ثانی کے علماء احقر کا خاص موضوع ہے اور حافظہ اور مطالعہ۔ احقر کے نقص کے باوجود جس قدر ممکن ہوسکا۔ خامہ فرسائی کی جسارت کی۔ مگر اب احقر کے حالات اتنے بدل چکے ہیں۔ کہ اس موضوع پر لکھنے کی نہ فرصت رہی نہ ہمت۔ آپ کے لئے یہ بات چنداں مشکل نہیں ہے۔ متعدد حضرات کے حالات آپ تحریر فرماچکے ہیں باقی کچھ اور بھی توجہ فرمائیں تو کچھ مشکل نہیں۔ اور یہ ناتمام موضوع تمام ہوجائے گا۔ امید ہے کہ احقر کی اس درخواست پر توجہ فرمائی جائے گی۔ والسلام۔ ۱۵ ر جون ۵۸ء

---

[۱] حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ [۲] افسوس کہ اس وقت تو تعمیل ارشاد نہ ہوسکی۔ البتہ احقر اپنی کتاب "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء" میں ایک باب میں "مجاہد علماء" کے حالات لکھے ہیں۔

(۱۳) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! گرامی نامہ باعث سرفرازی ہوا جناب نے جو ترتیب درج فرمائی ہے مناسب ہے۔ صفحات کی کوئی حد نہیں البتہ اختصار ملحوظ رہے۔ اور تکرار سے بھی احتیاط فرمائی جائے جناب کی تحریر خود ہی جامع اور مختصر ہوتی ہے۔ خدمات لائقہ سے سرفراز فرمائیں

۸ر جولائی ۵۸ء - ۲۰ر ذی الحجہ ۷۷ھ

---

(۱۴) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرصے سے خیریت نہ معلوم ہونے کے باعث احقر کو خود خیال تھا کہ عریضہ پیش کروں۔ مگر شفقت بزرگانہ نے شفقت کی جزاکم اللہ الحمد للہ احقر بفضلہ تعالیٰ ہے۔ جملہ متعلقین بخیریت ہیں۔ "العلم" سے مشرف بھی ہوا اور مستفیض بھی۔ جزاکم اللہ۔ مولانا محمد احسن صاحب کے متعلق[2] دوسری[1] قسط کا انتظار ہے۔

شاندار ماضی[3] وغیرہ سے یہ تجربہ ہوا کہ ایسی کتابیں علمی ذوق کی بناء پر شاذونادر نکلتی ہیں البتہ جذبات اگر ہمنوا ہوں تو لاتعداد —— لہٰذا مولانا محمد حسن صاحب نانوتوی کی سوانح مفصل کتاب کی شکل میں شائع کرنے سے پہلے اس کا لحاظ فرما لیا جائے۔

گرامی نامہ کے مطالعہ سے اپنی کوتاہی پر افسوس ہوا کہ اب تک آزاد نمبر نہیں پیش کیا جا سکا۔ آج بذریعہ بک پوسٹ رجسٹرڈ یہ نمبر ارسال کیا جا رہا ہے۔ شیخ الاسلام نمبر جو گزشتہ سال شائع ہوا تھا وہ غالباً جناب کی خدمت میں بھیجا جا چکا تھا۔ اب مکرر وہ بھی ساتھ بھیجا جا رہا ہے اگر جناب کے پاس فاضل ہو تو کسی قدردان ادارہ کو عنایت فرما دیجئے۔ گرامی نامہ سے ایک دوسرا شبہ یہ ہوا کہ مفتی انتظام اللہ شہابی صاحب اور سید الطاف علی صاحب بریلوی کو بھی یہ دونوں نمبر بھیج رہا ہوں غالباً آپ کی ان حضرات سے ملاقات ہوتی رہتی ہوگی۔ ان کو کارڈ بھی لکھے ہیں۔ جناب سے ملاقات ہو تو سلام فرما دیں خیریت سے گاہ گاہ مطلع فرما کر ممنون فرماتے رہیں۔ اور دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

۸ر فروری ۵۹ء ۹ر شعبان ۷۸ھ

---

(۱۵) محترم المکرم دام ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

---

[1] مولانا نے اپنے پچھلے مکتوب میں جس کتاب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ غالباً میں نے اس کا خاکہ مرتب کرکے بھیجا تھا [2] ۱۹۵۸ء میں احقر کا یہ مضمون "العلم" کراچی میں شائع ہوا تھا [3] مولانا محمد میاں کی کتاب "علمائے ہند کا شاندار ماضی"۔

گرامی نامہ مورخہ ۱۹ ر مارچ پیش نظر ہے اور نادم ہوں کہ جواب میں اتنی تاخیر ہوئی کہ اب معذرت کرنا بھی عذرِ گناہ بدتر از گناہ معلوم ہوتا ہے۔

۲۰ ر جنوری سے تقریباً اواخر اپریل تک سفروں کا سلسلہ رہا۔ اس وجہ سے ڈاک کا نظام درہم برہم رہا اور اب تک سنبھل نہیں سکا۔ اس اثنا میں احقر الحکم کے مطالعہ سے مشرف و محظوظ ہوا۔ مولانا محمد احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو کچھ جناب نے تحریر فرمایا وہ فی الحقیقت ریسرچ اور تحقیق کی بہترین مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی جدوجہد مشکور و مقبول فرمائے لیکن یہ سوال بہت پیچیدہ ہے کہ تجارتی نقطۂ نظر سے بھی اس کی اشاعت کتابی شکل میں نتیجہ بخش ہو سکتی ہے۔ احقر اس بارے میں پُر امید نہیں ہے ممکن ہے پاکستان کا ذوق کچھ بہتر ہو۔ اور احقر کی مایوسی غلط ہو۔ اس کا اندازہ آپ فرما سکتے ہیں۔ بہر حال اس ذرہ نوازی کا بہت بہت شکریہ کہ علمی ہدایات کے موقع پر جناب والا احقر کو یاد فرماتے رہتے ہیں جس کی بناء پر احقر کو بھی ناز کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ع

بلبل ہمیں بس است ... الخ التفات عالی اور دعاؤں کا محتاج

۱۸ ر مئی ۵۹ء

---

(۱۶) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! گرامی نامہ عرصہ سے محفوظ ہے مجھے شدید افسوس ہے کہ جواب میں غیر معمولی اور بے انتہا تاخیر ہوئی جس کی بہت شرمندگی ہے تاخیر کا باعث یہ کہ جواب کچھ حوصلہ افزا نہیں ہے۔

مکتبہ برہان یا ندوۃ المصنفین ۱۸۵۷ء کے متعلق دو کتابیں شائع کر چکے ہیں تیسری کتاب زیر اشاعت ہے خاص ۱۸۵۷ء یا خاص فن تاریخ مکتبہ برہان کا مقصود اور موضوع نہیں ہے۔ ان حالات میں ان کے لئے حوصلہ افزا جواب دینا مشکل ہے۔ آپ نے یہ بھی تحریر نہیں فرمایا کہ کتاب کی ضخامت کتنی ہو گی۔ مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی، ندوۃ المصنفین کے ناظم اور مکتبہ برہان کے سرپرست ہیں۔

احقر نے ان سے ذکر کیا مگر یہی دشواریاں انہوں نے پیش کر دیں۔ بازار کی حالت بھی یہ ہے کہ اردو خوان طبقہ دن بدن محدود ہوتا جا رہا ہے۔ ۱۸۵۷ء میں کسی قدر جوش بیدار ہو گیا تھا جس کی وجہ سے کچھ کتابیں نکل سکیں مگر اب ۱۸۵۷ء کو بھی تین سال ہو رہے ہیں۔ بہر حال اگر جناب یہ تحریر فرمائیں کہ ضخامت کتنی ہو گی تو پھر ایک مرتبہ مفتی صاحب موصوف سے بات کروں۔

لہ احقر کی کتاب "مولانا محمد احسن نانوتوی" ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اس کتاب کو حسنِ قبول حاصل ہوا۔

اور بہت ہی بہتر ہو کہ آپ براہِ راست ہی خط تحریر فرمائیں[1] اور مناسب صورت سے احقر کا حوالہ بھی دے دیں۔ پتہ یہ ہے:۔

مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی۔ ندوۃ المصنفین۔ علاقہ جامع مسجد دہلی (ہند) ۱۲ر جنوری ۶۰ء

---

(۱۷) محترم و مکرم دام لطفکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مزاجِ اقدس! گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ ابھی چند روز سے جناب کا خیال آرہا تھا کہ عرصے سے کوئی خط نہیں آیا۔ آج نہ صرف خط بلکہ تشریف آوری کی خبر نے مسرور کیا۔ مگر افسوس ارشادِ گرامی کی تعمیل سے قاصر ہوں۔

رسالہ تحقیق اراضی[2]۔ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کے کتب خانے میں تھا۔ احقر نے اس سے ہی اقتباسات لئے تھے اب یہ رسالہ اسی کتب خانہ سے مل سکتا ہے۔ صرف ایک نسخہ ہے یہ عرض کرنا مشکل ہے کہ مہتمم مدرسہ اس کے لئے آمادہ ہوں گے یا نہیں کہ وہ بذریعہ رجسٹری بھیج دیں۔ اگر جناب کی تشریف آوری مرادآباد ہو تو کتب خانہ میں ملاحظہ فرمالیجئے۔ خدا کرے مزاجِ گرامی بعافیت ہوں۔

والسلام ۱۹ر جولائی ۶۰ء ۲۴ محرم الحرام ۸۰ھ

---

(۱۸) محترم المقام دام لطفکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مزاجِ گرامی! گرامی نامہ سے مشرف ہوا متفقہ فتویٰ[1] کی کچھ کاپیاں پولیس کی دست برد سے کسی طرح محفوظ کر لی گئی تھیں۔ وہ دفتر کے محفوظ ریکارڈ میں موجود ہوں گی۔ مگر جگہ کی قلت کے سبب سے تمام ریکارڈ اس طرح رکھا ہوا ہے کہ کسی کا نکالنا فرہاد کے جوئے شیر (لانے) سے کم دشوار نہیں ہے۔ البتہ جمعیۃ علماء کی جملہ تجاویز اور تحریک کے سلسلے کے فتاویٰ یک جا جمع کرا دئے گئے تھے۔ "جمعیت علماء کیا ہے"؟ جلد دوم میں اس کو بھی تقریباً پندرہ سال گزر چکے ہیں۔

ایک نسخہ "جمعیت علماء کیا ہے"؟ جلد دوم کا بذریعہ بک پوسٹ ارسال ہے۔ رسید سے مطلع فرما کر مطمئن فرمائیے۔

والسلام ۱۰ر ستمبر ۱۹۶۰ء

---

[1] خاکسار نے اپنی کتاب "جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء" کی اشاعت کے لئے لکھا تھا یہ کتاب کراچی سے ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی۔

[2] رسالہ تحقیق اراضی ہند شیخ جلال تھانیسری کا مشہور رسالہ ہے۔ خاکسار اس زمانہ میں ہندوستان (بریلی) گیا تھا لہٰذا چاہتا تھا کہ اس کو دیکھوں پھر یہ رسالہ پہلے "بصائر" کراچی بالاقساط اور بعد ازاں کتابی صورت میں شائع ہوا [3] ۱۳۳۵ھ ترکِ موالات کی تائید میں علماء کا متفقہ فتویٰ شائع ہوا تھا۔

(۱۹) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! ۹ر نومبر ۱۹۶۰ء کے گرامی نامہ میں اطلاع دی تھی کہ ملفوظات شاہ عبدالعزیزؒ[1] ارسال فرما رہے ہیں۔ پورے چھ ماہ ہو گئے۔ کتاب سے اب تک مشرف نہیں ہوا۔ انتظار باقی ہے۔

ادھر نومبر سے آج تک کچھ ایسا چکر ہے کہ دہلی میں دو چار روز سے زیادہ قیام کا موقع نہیں ملا۔ اول جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس عام پھر رمضان شریف اور اس سے پہلے شعبان میں مدارس عربیہ کے امتحانات وغیرہ کے سلسلہ میں خدا واسطے کی مشغولیت پھر جبل پور اور ساگر وغیرہ کے ہنگاموں کے باعث ان علاقوں کا بار بار سفر اور ریلیف کے کام۔ بہرحال گرامی نامہ اس وقت تک محفوظ کر رکھا ہے اور سامنے ہی رکھا ہے۔ خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔

پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی کے چند رسالے دو تین روز ہوئے موصول ہوئے۔ احقر کا خیال ہے کہ علمائے ہند کا شاندار ماضی وغیرہ چند کتابیں سوسائٹی کے لئے پیش کر دے اگر یہ کتابیں کچھ کارآمد ہو سکتی ہوں تو مہربانی فرما کر بواپسی مطلع فرمائیے احقر ارسال کر دے گا۔ خدا کرے مزاجِ گرامی بعافیت ہو۔ ۱۱ر مئی ۶۱ء ۲۶ ذی قعدہ ۸۰ھ

---

(۲۰) محترم ومکرم دام ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! ملفوظات شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے بعد گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ اس وقت مندرجہ ذیل کتب الحمد بک ڈپو کی جانب سے بطور ہدیہ ارسال ہیں۔ وصول یابی سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

والسلام۔ ۲۱ر جولائی ۶۱ء۔ ۶ر صفر ۸۱ھ

---

(۲۱) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! گرامی نامہ مورخہ ۱۲ر نومبر ۱۹۶۱ء سے مشرف ہوا۔ سفروں وغیرہ کے باعث جواب میں تاخیر ہوئی۔ معاف فرمائیں۔

ارشاد گرامی کے مطابق شاندار ماضی جلد دوم سوم چہارم اور علمائے حق جلد اول و دوم مولانا اعجاز الحق قدوسی صاحب کے نام

---

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیز ترجمہ مولوی محمد علی لطفی ومفتی انتظام اللہ شہابی کراچی سے شائع ہوا تھا۔

بھیج دی گئی جلد اول نایاب ہے۔ اب آپ مہربانی فرماکر مولانا اعجاز الحق قدوسی صاحب سے فرما دیجئے کہ دو کتابیں ارسال فرمائیں ایک احقر کے لئے دوسری جمعیۃ علمائے ہند کی لائبریری کے لئے مگر ایک پارسل میں دو کتابیں نہیں آسکیں گی۔ علیحدہ علیحدہ بھیجی جائیں ایک احقر کے نام اور دوسری خالد میاں سلمہٗ ۲۱۴۱ - احاطہ کالے صاحب، قاسم جان اسٹریٹ دہلی ۶ نام، خدا کرے مزاج گرامی بہمہ وجوہ بعافیت ہوں۔ والسلام ۱۸ دسمبر ۶۱ء ۹ رجب ۸۱ھ

---

(۲۲) محترم قادری صاحب دام ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! ماہ مبارک مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکتوں سے ہم سب کو نوازے۔ یہاں انتخابات کی گرم بازاری ہے۔ احقر اپنے لئے نہیں لیکن اپنے دوستوں کی وجہ سے کشاکش میں ہے۔ اس وقت امروہہ[1] سے سنبھل جا رہا ہے۔

بہرحال یہاں خیریت ہے۔ گرامی نامہ مورخہ ۲۳ دسمبر کا بہت بہت شکریہ۔ ایک نسخہ تذکرہ شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کا بھی شکریہ۔ دوسرے کا انتظار ہے۔ والسلام ۱۱ فروری ۶۲ء ۵ رمضان ۸۱ھ

---

(۲۳) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! گرامی نامہ مورخہ ۱۸ جنوری کا جواب بہت تاخیر سے دے رہا ہوں واقعہ یہ ہے کہ شعبان کا مہینہ بہت مشغولیت کا گزرتا ہے احقر کا سلسلہ درس اگرچہ تقریباً ۱۸ سال سے بند ہے مگر مدارس عربیہ سے تعلق خدا کے فضل سے اب تک بہت گہرا ہے۔ دو مدرسوں کا اہتمام۔ مدرسہ شاہی مراد آباد اور مدرسہ حسین بخش دہلی کا اہتمام اس ناکارہ کے سپرد ہے اور متعدد مدرسوں کی مجلس شوریٰ کا احقر ممبر ہے۔ شعبان کے مہینے میں عربی مدرسوں میں امتحانات ہوتے ہیں۔ اور سالانہ جلسے ہوا کرتے ہیں۔ احقر کو ان میں کھینچنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے شعبان میں بہت مشغولیت رہتی ہے۔ اس سال بھی شعبان ختم ہونے نہیں پایا تھا کہ پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کے انتخابات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ احقر نے اگرچہ پارلیمنٹ یا اسمبلی کی رکنیت اپنے لئے نہ پسند کی اور نہ قبول کی۔ مگر الیکشن سے دلچسپی ہے اور بایں ہمہ تقدس نمائی و تقویٰ و عبادت الیکشن خوب لڑا لیتا ہوں۔ اس مرتبہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب بیمار پڑ گئے تو ان کے الیکشن کا چارج مجھے ہی لینا پڑا۔ ۱۵ رمضان شریف کو اس سے فراغت ہوئی تو کلکتہ جانا پڑ گیا جہاں سے جمعیۃ علماء ہند کے لئے مالی امداد حاصل کی جاتی ہے۔ رمضان شریف ختم

---

[1] امروہہ ضلع مراد آباد مشہور تاریخی قصبہ ہے [2] سنبھل ضلع مراد آباد بھی مشہور تاریخی قصبہ ہے

ہوا تو اودھر حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب کی علالت کی وجہ سے سخت تشویش ہے۔ دوسری برادرِ عزیز سید احمد میاں سلمہٗ کی دو لڑکیوں کا عقد ۹ر شوال کو ہے۔ مختصر یہ کہ اب تک معروف رہا کہ نہ جناب کی تصنیف مبارک کا مطالعہ کر سکا نہ اس کے متعلق کچھ لکھ سکا۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ جلد موقع عنایت فرمائے کہ تعمیل ارشاد کر سکوں۔ کتاب کا صرف ایک نسخہ ملا ہے۔ دوسرے کا انتظار ہے۔ والسلام ۱۶ر مارچ ۶۲ء ۵ر شوال ۸۱ھ

---

(۲۴) محترم المقام جناب قادری صاحب دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاجِ گرامی! پہلے مبارک باد قبول فرمائیے۔ پھر شکریہ۔ مبارک باد عید الاضحیٰ کی۔ اگرچہ سادہ بے شکر یہ علمی ہدیہ کا یعنی تواریخ عجیب[1] اور وحدت الوجود والشہود[2] دونوں باعث شادمانی ہوئے۔ استغاضہ کا ابھی موقع نہیں ہے۔ مصروفیت بہت زیادہ ہے چند روز بعد مطالعہ کر کے اپنی ناقص رائے عرض کر سکوں گا۔ ۴ر مئی ۶۳ء

---

(۲۵) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاجِ گرامی! انتظار تھا۔ خدا کے فضل سے آج کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ جناب والا بخیریت پہنچ گئے۔ امید ہے کہ اور سب حضرات بھی بخیریت ہوں[3]

مولانا محمد اعلیٰ صاحب کے متعلق صرف جناب کا ارشاد کافی نہیں ہے تحقیق فرمائیے اور حوالہ عنایت فرمائیے یہ صرف احقر کا خیال ہی نہیں ہے بلکہ ایک بہت بڑے محقق و محدث کی رائے ہے۔ اس بناء پر تحقیق کے بغیر اس کی تردید قابل اطمینان نہیں ہو سکتی[4] والسلام ۲۷ر اگست ۶۳ء ۲۸ر ربیع الثانی ۸۳ھ

---

(۲۶) محترم المکرم دام لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

---

[1] خاکسار کی مرتبہ کتاب تواریخ عجیب عرف کالاپانی (تالیف مولوی محمد جعفر تھانیسری) [2] جناب ثناء الحق صدیقی صاحب کا مرتبہ رسالہ جو حضرت مولانا شیخ محمد تھانیسری کی تالیف ہے۔ [3] خاکسار ہندوستان سے کراچی واپس آیا۔

[4] مولانا محمد اعلیٰ صاحب کشاف اصطلاحات الفنون۔ تھانہ بھون ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے مولانا محمد میاں صاحب کا خیال ہے کہ وہ تھانہ ممبئی کے رہنے والے تھے۔

مزاج گرامی! گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ اس محقق کا نام بتانے سے بہتر ہے کہ جناب اپنی تحقیق پیش فرما دیں۔ اگر جناب کی تحقیق واجب التسلیم ہوئی تو احقر ان محقق صاحب کے ارشاد کو قابل تسلیم نہیں سمجھے گا[۵]۔ جناب نے معاملہ کا آغاز فرمایا۔ پھر یہاں بہت پختگی سے اطمینان دلایا۔ مگر عزیزم خالد سلمہٗ کو شکایت ہے کہ اس نے کئی خطوط لکھے مگر ان کے جواب سے محروم رہا۔ یہاں فرمائشیں ہیں اور وہاں سے جواب ندارد[۶]۔ یہ تو بہت تکلیف دہ صورت ہے۔ امید ہے کہ جواب سے جلد نوازیں گے

یکم ستمبر ۶۳ء

---

(۲۷) محترم قادری صاحب دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! ایک تازہ بتازہ ہدیہ پہنچا۔ یعنی نواب خان بہادر خان شہید (۱۸۵۷ء) کا تذکرہ۔ ان حضرات کے تذکروں سے طبعاً دلچسپی کا اثر یہ ہے کہ مطالعہ کے لئے وقت نکالا۔ آپ کا مقدمہ بھی پڑھا[۷] اور پوری کتاب پڑھی۔ سید مصطفےٰ صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ تفصیل احقر نے سید الطاف علی صاحب کو خط میں لکھی ہے جو ساتھ ہی ارسال کر رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر اس کو ضرور ملاحظہ فرما لیجئے۔ الجمعیۃ میں تبصرہ شائع کردیا جائے گا مگر نہ آپ کے لئے مفید نہ ہمارے لئے۔ اس لئے کہ الجمعیۃ پاکستان میں نہیں جاتا۔ اور پاکستان سے کتابیں نہیں آسکتیں۔ بہر حال تبصرہ تو انشاء اللہ اس ہفتہ میں شائع ہو جائے گا۔ سرگذشت ضلع بجنور کی طباعت کی خبر پڑھی تھی[۸] مہربانی فرما کر پاکستان کے پتے پر ضرور بھجوا دیجئے۔ اور بھائی صاحب[۹] کو بھی مطلع فرما دیجئے۔ احقر خالد میاں سے کہہ دے گا۔ خالد میاں کا سلام بھی قبول فرمائیے۔ والسلام یکم اکتوبر ۶۳ء

نوٹ۔ ہمارے محترم استاد حضرت علامہ مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری صرف حدیث شریف میں ہی نہیں بلکہ ہر فن میں محققانہ شان رکھتے تھے۔ ان کی تقریروں کا ایک مجموعہ "الحرف الشذی" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس میں

---

[۵] خاکسار کے ذہن میں شیخ محمد تھانوی کا حوالہ تھا انہوں نے اپنی کتاب "تاریخ تھانہ بھون" میں مولانا محمد علی تھانوی کا تفصیلی ذکر کیا ہے دونوں بزرگ ہم عہد ہیں۔ اس وقت یہ کتاب غلطی صورت میں تھی۔ خاکسار نے البلاغ کراچی کی تین اشاعتوں میں اس تاریخی نوشتہ (تاریخ تھانہ بھون) کو شائع کرادیا ہے۔ [۶] تجارتی بنیاد پر کتابوں کے تبادلہ کا ذکر کیا ہے۔ عملی طور سے یہ تحریر نقصان دہ رہا

[۷] خاکسار نے نواب خاں بہادر شہید پر مقدمہ لکھا تھا [۸] خاکسار نے مردان سے اس کا نسخہ حاصل کرکے کراچی سے شائع کرایا تھا [۹] عزیزی نعمت اللہ قادری سلمہ

ایک موقع پر یہ ہے کہ مولانا محمد علی صاحب تھانہ علاقہ ممبئی کے تختے[1] باقی مزید تحقیق احقر کو بھی نہیں ہے لیکن عرف الشذی کی یہ تحریر بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔

---

(۲۸) محترم قادری صاحب دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! رمضان شریف کی برکتیں مبارک ہوں اللہ تعالیٰ ان سے بہرہ اندوز ہونے کی توفیق بخشے۔

نوازش نامہ۔ موجب صد شکر

"تازہ تصنیف" مخدوم جہانیاں جہاں گشت" ابھی موصول ہوئی مطالعہ ابھی نہیں کر سکا ہوں مگر آپ نے ایک بہت بڑی ضرورت پوری کر دی ہے۔ جزاکم اللہ۔

مطالعہ سے استفادہ کے بعد کچھ اور عرض کر سکوں گا۔

جناب سید الطاف علی صاحب بریلوی کی معرفت "پانی پت اور بزرگان پانی پت" اور دینی تعلیم کا رسالہ ۱۲ بھیجا تھا امید ہے ملاحظۂ عالی میں پیش ہو چکے ہوں گے۔ والسلام ۲۹ جنوری ۶۴ء ۱۳ رمضان ۸۳ھ

---

(۲۹) محترم قادری صاحب دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! گرامی نامہ باعث مسرت ہوا مگر معاف فرمائیے نتیجہ میں قلق اور تکدر رہا۔

خیال ہے کہ مفتی صدرالدین آزردہ کا وہ مکتوب[2] جس کا جناب نے حوالہ طلب فرمایا ہے۔ احقر نے اس کو رئیس احمد صاحب جعفری کی کتاب "بہادر شاہ ظفر" سے نقل کیا ہے۔ احقر نے (اس خیال کی تصدیق کے لئے کتاب تلاش کی۔ مگر افسوس کتاب دستیاب نہیں ہوئی۔ قریباً ڈیڑھ ہزار صفحات کی کتاب ہے بیس روپیہ میں خریدی تھی افسوس ہے وہ گم ہے سخت قلق ہے یہ ابھی بہت تھوڑے عرصے میں دوسرا واقعہ ہے جو اس ضعیف وحزین کو پیش آیا۔ تفہیمات الٰہیہ مکمل محفوظ تھی اس پر احقر کے بہت سے نوٹ بھی تھے وہ بھی اسی طرح غائب ہو گئی۔ اس کا قلق اور صدمہ ہے۔ دوسرا صدمہ "بہادر شاہ ظفر" نامی کتاب کا۔ بہر حال آپ کو کہیں کتاب مل جائے گی مہربانی فرما کر ملاحظہ فرما لیجئے۔ والسلام ۲۰ اپریل ۶۴ء

---

[1] العرف الشذی میں ایسا نہیں ہے مولانا نے یادداشت سے یہ لکھ دیا تھا آگے خطوط میں وضاحت کی ہے۔ [2] مفتی صدرالدین آزردہ کا ایک رودہ مکتوب ہے پہلے یہ خط معارف میں شائع ہوا تھا جو ان کی کتاب "تاریخ قنوج" سے نقل کیا گیا ہے۔ تاریخ قنوج کا خطی نسخہ حبیب گنج کلیکشن (علی گڑھ یونیورسٹی لائبریری) میں ہے۔ خاکسار نے اس کتاب "تاریخ قنوج" پر ماہنامہ سرحد کراچی میں ایک تعارفی مضمون بھی شائع کر دیا ہے۔

(۳۰) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مزاج گرامی! گرامی نامہ سے محترمہ خوش دامن صاحبہ کی وفات کا معلوم ہو کر صدمہ ہوا۔ مرحومہ کو اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے۔ صبر جمیل کے علاوہ نہ کوئی چارہ ہے نہ کوئی ذریعہ تسکین۔۔۔۔

سرکشی ضلع بجنور یعنی اس نام کی کتاب کی طلب عرصہ سے تھی احقر نے ایک قلمی نسخہ سے کاپی کرالیا تھا۔ اب آپ حضرات نے اس کو طبع کرا کر تاریخ کی ایک ضرورت کو پورا کر دیا۔ مولانا محمد علی صاحب تھانوی کا ذکر عزت الشندی میں صفحہ ۹۶ پر ہے۔ خیر یہ مند کے خواجن اثنا عشری ہونے کی بحث میں ہے باقی یہ بات کہ وہ تھانہ ضلع بمبئی کے رہنے والے تھے، زبانی فرمائی تھی۔ لیکن حتمی اور قطعی طور پر نہیں بلکہ بطور ظن غالب۔

احقر کا خیال ہے کہ کشف الظنون میں آپ کا تذکرہ ہے۔ یہاں کشف الظنون میسر نہیں۔ مراد آباد جانا ہو تو خیال نہیں رہا اگر کہیں مل جائے تو ملاحظہ فرمائیے۔

"پانی پت اور بزرگان پانی پت" کتابستان کی طرف سے پیش ہے قبول فرمائیے اور رسید سے مطلع فرمائیے۔

ندامت کے ساتھ اپنی بدحواسی کی معذرت کرتا ہوں کہ پتہ صحیح یاد نہیں رہا۔ ۱۴۱ تو یاد ہے یہ یاد نہیں کہ آگے نظام آباد ہے یا وحید آباد۔ خالد میاں آج کل میونخ (جرمنی) پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کے حافظہ سے مدد لے لیا کرتا تھا۔ ساجد سلمہ جو آج کل خالد میاں کے قائم مقام ہیں وہ واقف نہیں ہیں۔ عید کی مبارک باد ہر ایک مسلمان دیتا ہے۔ احقر آمد رمضان شریف کی مبارک باد پیش کر رہا ہے۔

---

(۳۱) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

بہت طویل عرصہ کے بعد یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔ احقر اس عرصے میں بہت زیادہ مشغول و مصروف رہا۔ اس لئے سیرت فریدیہ[۱] کا مطالعہ تو کیا کرتا عریضہ بھی نہیں لکھ سکا۔ اب الحمدللہ کچھ فرصت ملی ہے تو پہلا کام یہی ہے کہ گرامی ناموں کا جواب دے رہا ہوں۔ "عہد زریں"[۲] حصہ اوّل اور دوم جواب تک شائع ہو چکے ہیں ارسال ہیں ملاحظہ فرمائیے۔ رائے عالی سے مطلع فرمائیے اور کچھ احباب کو خریدار بننے کی طرف متوجہ فرمائیے۔ حصہ اول کے ابتدائی صفحات میں نیز اشتہار میں اس کا مقصد واضح کیا گیا ہے۔

۱۔ سر سید احمد خان کی تالیف جو ان کے نانا کے حالات میں ہے خاکسار کی تحریک پر طبع ہوئی تھی اور محبی حکیم محمود احمد برکاتی صاحب نے اس پر ایک تفصیلی مقدمہ لکھا تھا ۲۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب ازالۃ الخفاء کا توضیحی ترجمہ

سیرت فریدیہ کا مطالعہ کیا۔ سرسید صاحب نے اپنی والدہ محترمہ کے جو چند واقعات اور نصائح درج کئے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ ان کو علیحدہ شائع کیا جائے۔ باقی سیرت فریدیہ کی قدر و منزلت صرف اس بنا پر ہو سکتی ہے کہ تاریخ کی ایک ٹوٹی ہوئی کڑی اس سے جڑ جاتی ہے اور زمان شاہ کی واپسی کا معمہ حل ہو جاتا ہے۔ یہ ایک طالب علم کے لئے بہت قیمتی چیز ہے۔ مگر عام خریدار اس کی قدر کیا پہچان سکتے ہیں۔ مقدمہ احقر کے مذاق کے مطابق ہے۔ مگر اب احقر ایسی حقیقتوں کی اشاعت کو پسند نہیں کرتا۔ ہندوستان اور پاکستان کے حالات مختلف ہیں ممکن ہے پاکستان میں اس کی اشاعت کارآمد ثابت ہو مگر احقر کے سامنے اپنا ماحول ہے احقر تو یہی عرض کرے گا کہ اب کیچڑ اچھالنے سے کیا فائدہ جس کے ناپاک دھبے اپنے دامن ہی کو گندہ کر دیں۔ تلک امۃ قد خلت — لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔ خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو

۴ شعبان ۸۷ھ — ۲۱ دسمبر ۶۶ء

---

(۳۲) محترم المکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! آپ کی تازہ تالیف "مولانا محمد احسن نانوتوی" سے مستفیض ہوا۔ پھر ایک کارڈ بھی پہنچا۔ خیال یہ تھا کہ کتاب کی رسید میں تبصرہ بھیج دیا جائے۔ چنانچہ تقریباً دس روز ہوئے جب تبصرہ لکھ کر دفتر میں بھیج دیا تھا مگر سابق سنڈے ایڈیشن میں شائع نہیں ہو سکا۔ بہرحال اس وقت ہمرشتہ ہے ممکن ہے دفتر سے اخبار بھی پہنچا ہو۔

تبصرہ لکھنے میں احقر نے مبالغہ نہیں کیا۔ نہ ضمیر کے خلاف الفاظ کی نمائش کی ہے احقر نے دلی جذبہ سے مبارکباد دی ہے اس حریفیہ میں بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

احقر کو اپنی لکھی ہوئی کتاب کے متعلق اعتماد نہیں ہوتا کہ اہل علم پسند کریں گے۔ اس وجہ سے پیش کرتے ہوئے جھجک رہتی ہے برہان عہد زریں کا ۵، ۶ یک جا شائع ہوا ہے ارسال کر رہا ہوں۔ اس کا عنوان غزوہ بدر کبریٰ ہے اس کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ احقر کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے کم از کم پانچ سو خریدار ہوتے تو چل سکتا تھا مگر ڈیڑھ سو سے زیادہ خریدار نہیں ہوئے جو حصے شائع ہوئے ان میں بھی تقریباً دو ہزار روپیہ کا خسارہ رہا۔ کوئی ادارہ اگر متوجہ ہو جاتا تو یہ سلسلہ چل سکتا تھا اب بھی کوئی ادارہ ہمت کرے تو احقر تکمیل کی کوشش کرے۔ ۶ حصے جو شائع ہوئے ہیں وہ تقریباً ایک ربع ہیں اس طرح کے ۱۸ حصے اور ہوں گے۔

بصائر[۱] دوبارہ نہیں آیا۔ تعمیر مکان پر مبارکباد قبول فرمایئے۔ جعفر حسین صاحب دیوبندی سے احقر واقف نہیں ہے

---

۵ کراچی کا ماہانہ رسالہ جو خاکسار کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔

۶ غالب کے سلسلے کے شاعر تھے۔ ان کی قلمی بیاض اور چند چیزیں ملی تھیں مولانا محمد میاں سے ان کے متعلق دریافت کیا تھا۔

کچھ حضرات جن کا تعلق احقر کے خاندان سے بھی تھا وہ بھوپال چلے گئے تھے۔ بچپن میں ایک مرتبہ وہاں سے کچھ حضرات آئے بھی تھے سید طفیل احمد صاحب مرحوم احقر کے والد صاحب کے خالہ زاد بھائی ہوتے تھے۔ اس زمانہ میں سید صاحب دیوبند ہی میں آئے ہوئے تھے اور احقر کے مکان کے قریب عم اکبر سید ناظر حسن مرحوم کے مکان میں رہا کرتے تھے۔ بھوپال سے یہ حضرات ان کے یہاں آئے تھے۔ احقر کے مکان کے متصل ایک قطعہ اراضی ہے اس میں ان صاحبان کا حصہ بھی تھا اس سے زیادہ احقر کو معلوم نہیں۔ آپ مولانا سید محبوب حسن صاحب رضوی بھی احقر کے ہم جد اور قریب کے رشتہ دار ہیں احقر بھی ان کو لکھے گا مگر آپ کے لکھنے کا زیادہ اثر ہوگا۔ احقر ان سے اس طرح کی فرمائش کرتا رہتا ہے۔ خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔

۱۸ فروری ۱۹۶۷ء

تبصرہ الجمعیۃ دہلی سنڈے ایڈیشن ۸ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ ۱۹ فروری ۱۹۶۷ء

مولانا محمد احسن نانوتوی۔ از محترم محمد ایوب قادری ایم اے۔ شائع کردہ مکتبہ عثمانیہ۔ پیر الٰہی بخش کالونی کراچی ۵
قیمت مجلد چار روپے۔ صفحات ۲۸۸

محمد ایوب صاحب قادری، ان بلند پایہ مصنفین میں سے ہیں جو تحقیق و تفتیش کے جملہ مراحل طے کرنے کے بعد قلم اٹھاتے ہیں۔ آپ کو اس ہنگامہ خیز دور کے واقعات اور رجال سے خاص دلچسپی ہے جس کو ۱۸۵۷ء کا انقلابی دور یا غدر ۱۸۵۷ء کا دور کہا جاتا ہے۔ اس دور کے علماء میں سے مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی ہیں جو زیر تبصرہ کتاب کا موضوع ہیں۔

جس طرح احیاء علوم الدین، در مختار، کنز الدقائق، حصن حصین بہت مشہور نہایت مفید اور بلند پایہ مستند کتابیں ہیں اسی طرح ان کے تراجم۔ مذاق العارفین۔ غایۃ الاوطار۔ ارض المسائل۔ خیر متین بھی نہایت مستند ہیں جو اہل علم کی نظر میں خاص وقعت رکھتے ہیں۔

ان کے مصنفین کی طرح ان کے مترجم کی بھی قدر کی جاتی ہے مگر مترجم کے حالات اور ان کے سوانح حیات سے اہل علم ناآشنا تھے۔ ان مقبول و مستند بنیادی کتابوں کے جلیل القدر مترجم یہی مولانا محمد احسن نانوتوی ہیں۔ عربی کے ابتدائی درجات میں مفید الطالبین عام طور پر داخل درس ہوتی ہے وہ بھی آپ ہی کے خامہ فیض شمامہ کا فیض ہے۔

"عنوان کتاب" اگرچہ مولانا محمد احسن نانوتوی ہے مگر قادری صاحب کا چشمہ فیض عنوان کی حدود میں محدود نہیں رہا۔ بلکہ مولانا محمد احسن کے علاوہ بچیس حضرات کا مختصر تذکرہ کتاب میں آگیا ہے۔ جس سلسلہ میں کسی صاحب کا نام آگیا ہے ان کا مختصر تذکرہ مقام و سن پیدائش و سن وفات وغیرہ حاشیہ میں دے دیا ہے اس کے علاوہ ضمیمہ میں حضرت مولانا مملوک علی صاحب۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب۔ اور حضرت مولانا محمد قاسم کی جامع

اور مختصر سوانح حیات درج کردی گئی ہے۔ اس بنا پر موزوں اور مناسب یہ تھا کہ کتاب کا نام اور عنوان مولانا محمد احسن کے بجائے "علمائے نانوتہ" ہوتا۔

فاضل مصنف نے ان بزرگوں کے متعلق اگرچہ مختصر لکھا ہے مگر جو کچھ لکھا ہے وہ پوری تحقیق کے بعد لکھا ہے۔ اور غیر ضروری بات کوئی نہیں لکھی۔ صرف مغز جمع کر دیا ہے۔ اس مختصر مجموعہ میں ان روایات کی بھی اصلاح ہوگئی ہے جو اگرچہ مولانا عبید اللہ سندھی جیسی عظیم شخصیتوں کی طرف منسوب ہیں مگر حقیقت کے لحاظ سے صحیح نہیں۔ کیونکہ ان حضرات کی روائیتیں تخمین و قیاس یا شہرت پر مبنی ہیں اور ایوب صاحب نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا قابل اعتماد حوالہ دیا ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ یہ حضرات جو نہ صرف علمائے دیوبند کے اکابر ہیں۔ بلکہ اگر دیوبندیت کوئی جدا مسلک ہے تو اس کے بانی بھی حضرات ہیں۔ ان کے متعلق ریسرچ اور تحقیق و تفتیش کرنے والا مصنف ہے جو اگرچہ اب پاکستانی ہے مگر اس کا نشوونما ایسے مقام (بدایوں) میں ہوا جو دیوبند اور دیوبندیت کی ضد مانا جاتا تھا۔

بہرحال کتاب ہر لحاظ سے قابل قدر ہے اور اس کے فاضل مصنف مستحق مبارک باد ہیں (مولانا محمد میاں)

---

(۳۳)

محترم و مکرم دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! بہت طویل عرصہ کے بعد گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ اور جناب نے اقدام فرمایا اس کا مزید شکریہ۔

بہت اچھا ہے آپ ۱۸۵۷ء پر تحریر فرما رہے ہیں کہ تصنیف محققانہ ہوگی اور جو کوتاہیاں اب تک کی تصانیف میں باقی ہیں ان کی تلافی کردی جائے گی۔ شاندار ماضی جلد چہارم بھی ۱۸۵۷ء کے متعلق ہے وہ پیش نظر رہے تو بہتر ہے۔

آپ اس سے استفادہ تو کیا کرتے اس میں ایک کافی حصہ جناب کے مضامین سے ہی لیا گیا ہے اور اس تحریک کے اسباب و محرکات اور مجاہدین تحریک کے بارے میں کچھ چیزیں سامنے آجائیں گی اور احقر کی رائے غلط ہو تو اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ بشرطیکہ احقر کو بھی مطلع فرمادیں اگر یہ کتاب آپ کے پاس ہو تو احقر یہاں سے بھیج دے مگر گزشتہ سال آپ کے پاس بھیجی گئی ہے اگر پہنچ گئی ہوگی تو شاید محفوظ بھی ہوگی۔ ریشمی رومال کی تحریک نیز پیر پگاڑو کی تحریک کے لئے محققانہ تصانیف کی ضرورت ہے اس طرف بھی توجہ فرمائیے۔ بعہد زریں ازالۃ الخفا بترتیب جدید کے صرف چھ حصے ہی شائع شائع ہو سکے۔ دوسری جلد کی کتابت ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تصحیح کرنے کی فرصت بخش دے تو صرف طباعت کا مرحلہ باقی رہ جائے گا۔